اسلام میں توحید کا عظیم الشان تصور

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ ستمبر ۱۹۸۳ء بمقام مسجد فضل، سووا (Suva) فجی)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اسلام میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا جو تصور ہے وہ کوئی ایسا تصور نہیں جس کا آسمانوں سے تعلق ہو اور انسانی زندگی سے اس کا واسطہ نہ ہو۔ اسلام جس توحید کا تصور پیش کرتا ہے اور جس کا قرآن کریم میں بار بار ذکر آتا ہے وہ کوئی خیالی توحید نہیں کہ محض خدا کو ایک مان لیا جائے بلکہ اس کے دو گہرے اثرات پھر دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں اور ہم ان کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ توحید کا ایک مطلب یہ ہے کہ اگر خدا ایک ہے تو اس کی ساری کائنات میں بھی وحدت ہی نظر آئے گی اور اس میں کسی دوسرے وجود کا کوئی اشارہ بھی تمہیں نظر نہیں آئے گا، کوئی ٹکراؤ نظر نہیں آئے گا، ایک کامل نظام ہے جو ایک دوسرے سے تعاون کرتا ہوا دکھائی دے گا۔ چنانچہ آسمان سے بڑے بڑے وجودوں سے لے کر زمین کے چھوٹے چھوٹے ذرہ تک (جس کے دل میں پوری طرح اترنے کی بھی ابھی تک انسان کو پوری طاقت نصیب نہیں ہوئی اور اس سے بھی چھوٹے ذرے وہ دریافت کرتا چلا جا رہا ہے) سارے نظامِ عالم میں آپ کو توحید نظر آئے گی۔ ایک ایسی کامل وحدت کہ وہ مطالعہ کرنے والوں کو حیران کر دیتی ہے، ان لوگوں کو جو علم رکھتے ہیں۔

توحید کا دوسرا تصور مسلمان کی زندگی میں ملتا ہے اور ان اعمال سے ان کا تعلق ہے جو مسلمان بجالاتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ایک موحد سوسائٹی اور ایک ایسا معاشرہ عمل میں آتا ہے جس

کے اندر آپ کامل توحید کا عکس پائیں گے۔ اسی مضمون کو جو دراصل توحید ہی کی شاخیں ہیں قرآن کریم یوں بیان فرماتا ہے :

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۨ ۝ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝ (الملک: ۲-۵)

میں نے اس وقت جو آیات تلاوت کی ہیں ان کے بہت سے معانی ہیں لیکن اس موقع پر جو معانی چسپاں ہوتے ہیں میں ان کا تفسیری ترجمہ کروں گا۔ فرمایا تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ مبارک ہے وہ ذات جو بڑی بابرکت ہے، جس کے ہاتھ میں ساری کائنات کی تخلیق کی چابیاں ہیں اور ملک اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ مالک ہی نہیں بلکہ مَـلِک بھی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور ایسی حالت میں پیدا کیا کہ تم ایک جدو جہد میں مبتلا ہو چکے ہو۔ تم موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہوا اور آزمائش کے ایک دور سے گزر رہے ہو۔ یہ اس نے اس لئے کیا تا کہ پہچان لے کہ تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے لیکن یہ جو جدو جہد ہے اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ تم دو خداؤں کی پیداوار ہو بلکہ تم ایک ہی خدا کی پیداوار ہو اور اگر تم یہ دیکھنا چاہو کہ کائنات کا مالک صرف ایک ہے تو کائنات پر نظر ڈال کر دیکھو هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ سات آسمانوں کی وسعتیں، لامتناہی کائناتیں تمہیں دکھائی دیں گی۔ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ کیا ایک بھی رخنہ تمہیں کہیں نظر آئے گا؟ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝ دوبارہ نظر دوڑا کر دیکھ لو، پھر کوشش کر لو تمہاری نظر تھکی ہوئی واپس تمہاری طرف لوٹ آئے گی لیکن کوئی رخنہ نہیں پائے گی، کوئی تضاد اس کو نظر نہیں آئے گا۔ یہ وہ اعلان ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک کائنات کے مطالعہ کا تعلق ہے اس میں آپ کو کہیں بھی دو ہستیوں کا ثبوت نظر نہیں آتا، کوئی اشارہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ گویا کائنات کو دو مختلف وجودوں نے پیدا کیا ہو۔ پھر سوال یہ ہے کہ انسان کیوں

ایک جدو جہد میں مبتلا ہے ۔ایک طرف گناہ ہے ایک طرف نیکی ہے، ایک طرف اندھیرا ہے ایک طرف روشنی ہے ۔اس سوال کے حل کی تلاش میں بعض لوگوں نے ٹھوکر کھائی اور زرتشی مذہب کے بعد کے لوگوں نے یہ سمجھا کہ گویا دو خدا تھے، ایک اندھیرے کا خدا تھا اور ایک روشنی کا خدا، ایک نیکی کا خدا تھا اور ایک بدی کا خدا تھا اور ان دونوں کے درمیان ہمیشہ سے جدو جہد ہوتی چلی آئی ہے اور جاری رہے گی یہاں تک کہ ایسا وقت آئے گا کہ نیکی کا خدا بدی کے خدا پر غالب آجائے گا اور اس کے بعد پھر دنیا امن کا منہ دیکھے گی اور ہر جگہ روشنی ہی روشنی پھیل جائے گی ۔

قرآن کریم نے اس عقیدہ کے پہلے حصہ کو لے کر اس کے دوسرے حصہ کی نفی فرمائی ہے ۔ فرماتا ہے اگر چہ نیکی اور بدی کا نظام تمہیں ملتا ہے، جدو جہد اور کشمکش کا نظام ملتا ہے لیکن یہ یاد رکھنا کہ هُوَ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ وہ ایک ہی خدا ہے جس نے زندگی بھی پیدا کی اور موت بھی پیدا کی ہے اور اس کے لئے دو الگ الگ خدا نہیں ہیں ۔ یہ بات کہنے کے بعد پھر فرماتا ہے کہ تم کائنات کو دیکھو تو تمہیں ایک ہی خدا کا وجود ملے گا، کہیں بھی دو خدا نظر نہیں آئیں گے ۔اور بہت ہی لطیف مضمون ہے۔ حقیقت میں اگر آپ غور کریں تو صرف زندگی ہی ہے موت کا کوئی وجود نہیں ۔ زندگی سے پیچھے ہٹ جانے کا نام موت ہے ۔زندگی کی قوتوں کا آہستہ آہستہ کمزور پڑ جانا موت کی طرف لے جاتا ہے تو عملاً یہاں بھی توحید ہی ہے اور اس مسئلہ کو قرآن کریم نے حل فرمایا ورنہ اس سے پہلے دنیا کے فلاسفر اور بڑے بڑے مذہبوں کے رہنما یہ سمجھنے لگے تھے کہ گویا الگ الگ خدا ہیں ۔ حضرت زرتشتؑ نے جو تعلیم دی وہ تو خدا کی طرف سے تھی ۔لوگوں نے ان کی اصطلاحوں کو سمجھنے میں غلطی کھائی لیکن ان کے علاوہ بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے قوت کے ہر سر چشمہ کو الگ الگ خدا کے طور پر سمجھ لیا۔ سورج سے روشنی پائی تو اس کو ایک خدا بنالیا، چاند سے مدھم مدھم روشنی دیکھی اور اس میں گرمی نہیں تھی تو اس کو ایک الگ خدا بنالیا، بادلوں سے پانی پایا تو اس کو ایک الگ خدا بنالیا، بجلی نے ان کو ڈرایا اور دھمکایا اور بعض دفعہ جلا بھی دیا تو اس کو ایک الگ خدا بنالیا، سانپوں کو الگ بنایا، سمندر کو الگ بنایا، ہواؤں کو الگ بنایا۔ تو یہ انسانی تصورات تھے جو ہر سمت میں پھیل گئے تھے اور ہر چیز کو خدا بنانے والے تھے ۔قرآن کو وہ پہلی کتاب ہے جس نے ان سارے تصورات کو سمیٹ کر یکجائی شکل میں پیش کیا اور بتایا کہ ان سب کا ایک خدا ہے اور اگر تم کائنات پر غور کرو تو بظاہر الگ الگ

طاقتوں کے اندر بھی تم ایک ہی ہستی کی طاقتوں کو کار فرما دیکھو گے۔ ایک ہی طاقت ان چیزوں کے پس پردہ تم کو عمل کرتی ہوئی نظر آئے گی اور وہی خدا ہے جس کی قدرت ان سب چیزوں کے پیچھے کارفرما ہے۔ اسی طرح انسانی اعمال کے پیچھے بھی ایک ہی خدا ہے۔ بدوں کا بھی ایک خدا ہے اور نیکوں کا بھی وہی ایک خدا ہے۔ رہا یہ امر کہ نیکی اور بدی کی جدوجہد کیوں پیدا کی؟ فرمایا اس لئے پیدا کی تاکہ تمہیں نیک اعمال کے امتحان میں ڈالا جائے اور جدوجہد میں پڑھ کر تمہارے اخلاق اور تمہارے اعمال اور تمہاری سمجھ اور عقل میں ایک چمک پیدا ہونی شروع ہو جائے کیونکہ نئی چمک نئی کوشش کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے۔ بڑا مرتبہ بار بار کی جدوجہد سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جس کی طرف قرآن کریم توجہ دلانا چاہتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم کہیں غلطی نہ کر جانا کہ تم کئی خداؤں کی پیداوار ہو۔ ایک ہی خدا نے تمہاری خاطر یہ کیا ہے تاکہ تمہیں پہلے سے بہتر بناتا چلے جائے۔ اس بات کو اگر آپ دنیا پر پرکھ کر دیکھیں تو ہر جگہ اس کی صداقت واضح اور نمایاں طور پر آپ کو نظر آجائے گی۔ ایک آدمی ہے جو سست ہے اور نکما ہے گھر پر لیٹا رہتا ہے اس کا جسم اگر بڑا بھی ہو پہلے سے تو لیٹے رہنے سے اور زیادہ پھولنا شروع ہو جائے گا لیکن اس میں طاقت کم ہونا شروع ہو جائے گی۔ جو وزن وہ پہلے اٹھاتا تھا اس پر کچھ اور وزن بھی لد جائے گا اور اس کے عضلات کی طاقت کمزور ہونی شروع ہو جائے گی یہاں تک کہ وہ اس حال کو بھی پہنچ سکتا ہے کہ اس کے لئے سانس لینا بھی مشکل ہو جائے، چار قدم چلے اس کو سانس چڑھ جائے۔ اس کے برعکس اس سے نسبتاً کمزور آدمی جو ورزش کرتا ہے وہ جدوجہد کرتا ہے، وہ مشکلات میں مبتلا ہوتا ہے، وہ اپنے نفس کو خود مصیبت میں ڈالتا ہے اور اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ دن بدن وہ پہلے سے زیادہ طاقت ور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کے زائد بوجھ اترتے چلے جاتے ہیں اور جو کچھ باقی رہ جاتا ہے وہ محض طاقت ہوتی ہے۔ حالانکہ اگر واقعتہً آپ دیکھیں تو جو آدمی لیٹا ہوا تھا اس نے بظاہر موت سے بچنے کی کوشش کی ہے اور جو آدمی جدوجہد کر رہا تھا، کوشش کر رہا تھا، محنت کر رہا تھا، اس نے موت کے منہ میں چھلانگ لگائی ہے۔ یہ ہے وہ مضمون جس کو قرآن کریم بیان فرما رہا ہے کہ موت کے منہ میں چھلانگ لگائے بغیر تمہیں زندگی مل نہیں سکتی۔ اگر کوئی زندگی مل سکتی ہوتی تو خدا تمہیں اس کے بغیر دیتا لیکن جس طرح خدا نے تمہیں پیدا کیا ہے تمہارے لئے جدوجہد لازمی ہے تم اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو موت سے ٹکرا کر تمہیں زندگی ملے گی۔ اس کا چیلنج

قبول کر کے پھر تم زندگی پاؤ گے۔ اب آپ دیکھئے جو آدمی ورزش کر رہا ہے اس کی ہر حرکت پر اس کی طاقت کم ہوتی ہے، اس کے اعضا کمزور پڑ رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر جو گرمی اور توانائی محفوظ کی ہوئی ہے وہ ان کو توڑ توڑ کر جلا رہا ہے اور اس کا کیا نتیجہ نکلنا چاہئے؟ آپ کی عقل تو یہ کہے گی کہ وہ تو مصیبت میں مبتلا ہے اس کی جو پہلی طاقت تھی وہ بھی کھائی گی اس کے پاس تو کچھ بچنا نہیں چاہئے، اس کے عضلات آہستہ آہستہ ضائع ہو جانے چاہئیں۔ اور دوسرے آپ ایک موٹے آدمی کو لیٹے ہوئے دیکھیں تو کہیں گے دیکھو یہ عقل والا ہے اس نے مصیبت اختیار نہیں کی موت کے منہ میں چھلانگ نہیں لگائی اپنے آپ کو بچا کر رکھ رہا ہے اور نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ یہی آیت سچی ثابت ہوتی ہے جو قرآن کی آیت ہے اور جو بتا رہی ہے کہ تمہیں موت سے زندگی ملے گی۔ نیک اعمال چاہتے ہو تو جدوجہد کرو اور اپنے آپ کو مشکل میں ڈالو۔

وہ زمیندار جو اپنے دانے سنبھال کر رکھے ہوئے ہے اور محنت کر کے اس کو زمین میں نہیں ڈال رہا اس کے دانے کتنی دیر چلیں گے؟ سال سے اوپر دو مہینے چل جائیں گے، چار مہینے چل جائیں گے۔ بہت ہی فاقے کر کے گزارہ کرے تو سال اوپر نکل جائے گا لیکن ایک زمیندار ہے جو جاتا ہے اور دانوں کو موت کے منہ میں پھینک دیتا ہے، خود بھی مصیبت میں پڑتا ہے زمین کھودتا ہے اور اس کے اندر ڈال دیتا ہے اور دفنا کر آجاتا ہے۔ چنانچہ اسی موت سے ایک نئی زندگی پھوٹتی ہے اور یا درکھیں دانوں کی یقینی موت ہے ان کی شکل بدل چکی ہوتی ہے۔ موت نام ہے اپنی ہیئت کو تبدیل کر دینے کا، موت نام ہے اپنی ایک کیفیت کو ایک اور کیفیت میں بدل دینے کا اس کے سوا موت اور کوئی چیز نہیں ہے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر جگہ تمہیں موت ہی میں سے زندگی ملے گی۔ وہیں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے ترقی کی راہیں کھولیں ہوئی ہیں اس لئے اس بیوقوفی میں مبتلا نہ ہونا کہ موت کا خدا کوئی اور ہے اور زندگی کا خدا کوئی اور ہے یہ صرف زندگی کا خدا ہے جو تمہارے لئے موت کا انتظام کر رہا ہے۔ اگر موت نہ ہوتی تو انسانی زندگی ترقی نہیں کر سکتی تھی۔ وہ جانور جو امیبیا (Amoebea) کی شکل میں معمولی کیڑوں کی شکل میں تمہیں نظر آتے ہیں یہ آگے بڑھ ہی نہیں سکتے تھے۔ موت سے انہوں نے مقابلہ کیا تو ان کو نئی نئی طاقتیں نصیب ہوئیں۔ اندھیروں میں ٹکریں ماریں تو ان کو روشنی

نصیب ہوئی آنکھیں عطا کی گئیں۔غرضیکہ ساری زندگی کی جدو جہد پر آپ نظر ڈال کر دیکھ لیں اس کا خلاصہ قرآن کریم کی اس آیت میں بیان ہوا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ

وہ بڑی مبارک ذات ہے اور وہ ایک ہی ہے اس کے ہاتھ میں ہر نظام کی چابیاں ہیں، ہر چیز کی باگ دوڑ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ جو چیزیں تمہیں ناممکن نظر آتی ہیں وہ ان پر بھی قادر ہے۔ چنانچہ اس نے یہ حیرت انگیز نظام پیدا کیا کہ موت اور زندگی کو لڑا دیا اور اس کے نتیجہ میں حسن عمل پیدا ہونا شروع ہوا۔ پہلے سے زیادہ بہتر چیزیں وجود میں آنی شروع ہوئیں۔تو دو خدا کس طرح ہو گئے۔ایک ہی خدا ہے، جس کا ایک خاص مقصد ہے اور وہ مقصد ایک سنگل مقصد ہے، اس میں توحید پائی جاتی ہے، حسن عمل ہے۔تو آپ ساری کائنات میں جس طرف بھی نظر ڈالیں گے اگر آپ غور سے دیکھیں گے، گہری نظر سے دیکھیں گے تو توحید کے سوا آپ کو کچھ نظر نہیں آئے گا۔ یہی توحید ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور مسلمان معاشرہ میں دیکھنا چاہتا ہے، وہ ایک وجود بن جائے۔محض خیال میں وہ ایک خدا کو پوجنے والا نہ رہے بلکہ واقعاتی طور پر دنیا میں بھی ایک ہی سوسائٹی ظاہر ہو جو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک وجود بن جائے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس مضمون کو مختلف شکلوں میں بیان فرمایا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران:۱۰۴)

کہ دیکھو جب تم نے ایک خدا کو پکڑا ہے تو دو چار چار رسیاں کیوں پکڑو گے۔باقی رسیاں تو پھر شیطان کی رسیاں ہیں کیونکہ ایک خدا کی تو ایک ہی رسی ہے اس لئے اس رسی کو پکڑو جو تمہارے واحد خدا کی رسی ہے دوسری طرف توجہ نہ کرو۔ وَّلَا تَفَرَّقُوْا کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے سوا دوسری رسیوں کی طرف مائل نہ ہو جانا وہ تمہیں غلط طرفوں میں لے جائیں گی۔توحید کے قائل ہو تو اپنے نظام میں دنیا میں تمہیں توحید دکھانی پڑے گی۔اگر ایک خدا کے پجاری ہو تو تمہاری سوسائٹی میں وحدت نظر آنی چاہئے۔اگر اس کے بجائے تمہارے اندر اختلاف پائے جاتے ہیں، تم ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہو، ایک دوسرے کی برائیاں چاہتے ہو، لڑائیوں کے لئے بہت تیزی دکھاتے ہو، تکبر کرتے

ہو اپنے بھائی سے اور اس کو نیچا سمجھتے ہو تو پھر تمہیں یہ وہم ہے کہ تم توحید کے پجاری ہو۔ پھر تو تم نے الگ الگ رسیاں پکڑ لیں، پھر تم تو ایک خدا کے قائل نہیں رہے۔ فرماتا ہے۔ دیکھو ساری کائنات جس کو اختیار نہیں ہے غلط راستے پہ جانے کا، اس میں توحید قائم ہے۔ تمہیں اختیار دیا تھا موت اور زندگی کے درمیان، اس لئے دیا تھا کہ تم زندگی کی طرف مائل ہو اور پہلے سے بڑھ کر زیادہ حسن اختیار کرو۔ اگر تم ٹھوکر کھاؤ گے، اگر تم اس فلسفہ کو نہیں سمجھو گے تو پھر رفتہ رفتہ تم موت کا شکار ہو جاؤ گے۔ تمہیں موت پر غالب آنے کے لئے پیدا کیا گیا تھا موت سے مغلوب ہونے کیلئے تمہیں پیدا نہیں کیا گیا۔ یہ ہے قرآن کریم کا پیغام جو ہر مسلمان کو دیا گیا ہے۔

اور جس طرح توحید کے مطلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص مشرک ہو اس کا ٹھکانہ آگ ہے، جہنم ہے، بالکل اسی طرح مسلمان سوسائٹی کو جو شخص اختلاف میں مبتلا کرتا ہے اس کے لئے بھی قرآن کریم نے جہنم کا لفظ بیان فرمایا ہے اور اس کی جزاء آگ بتائی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا

(آل عمران:۱۰۴)

کہ اے مسلمانو! دیکھو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جب تک تمہیں ایک وجود نہیں بنا دیا اس سے پہلے تم ایک دوسرے کے دشمن ہو کر آگ کے کنارے پر کھڑے تھے تم اس آگ میں کسی وقت بھی گر سکتے تھے۔ پس یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں بھی شرک کا انجام آگ ہے اور آخرت میں بھی شرک کا انجام آگ ہے۔ جو قومیں ایک دوسرے سے لڑ پڑتی ہیں وہ خود آگ میں داخل ہو جاتی ہیں اور اس آگ سے ان کو کوئی نہیں بچا سکتا۔ یہ کئی قسم کی آگ ہے۔ ایک تو ایسی آگ ہے جو ان کی ترقی کو ساری طاقتیں کھا جاتی ہے، ان کے دل کا چین اڑا دیتی ہے۔ سوسائٹی میں لطف کے بجائے نفرت کا ایک ماحول پیدا ہو جاتا ہے جس میں آدمی جلتا اور کڑھتا رہتا ہے۔ جس سے نفرت کی جائے وہ بھی مارا جاتا ہے اور جو نفرت کرتا ہے وہ بھی مارا جاتا ہے۔ تو ہر وہ چیز جو آپ کی سوسائٹی کو مشرک سوسائٹی میں تبدیل کر دیتی ہے وہ گناہ ہے۔ وہ ایسی خطرناک چیز ہے جس سے آپ کو بچنا چاہئے اور قرآن کریم صرف بچنے کی ہدایت ہی نہیں دیتا بلکہ تفصیل سے سمجھاتا بھی ہے اور آنحضرت ﷺ اس کی ہمارے سامنے تشریح بیان فرماتے ہیں اور ایک ایک باریک نکتہ بتاتے ہیں کہ تم اپنی سوسائٹی کو شرک سے کس

طرح بچا سکتے ہو۔ وحدت میں کس طرح پرو سکتے ہو۔ سب سے پہلے تو آنحضرت ﷺ نے اس توحید کا نقشہ قرآن سے اخذ فرما کر ان الفاظ میں بیان کیا کہ مومنوں کی جماعت کی مثال ایک بدن کی سی ہوتی ہے۔ ایک بدن میں اگر چہ بہت سے اعضا ہوتے ہیں۔ انگلیاں ہیں، پھر انگلیوں کے پورے الگ الگ ہیں، پھر اوپر کی جلد اور ہے، نیچے کی جلد اور ہے، ہاتھ پاؤں ہیں، مختلف ہڈیاں ہیں، جگر ہے، دل ہے، گردے ہیں اور پھر ان کے آگے بہت سے حصے غرضیکہ اگر آپ انسانی اعضا کو الگ الگ کر کے دیکھیں اور وہ ٹکڑیں جن سے یہ بنتا ہے اور اس میں مزید تحقیق کر کے اس کے ذروں کو بھی خون کے اعضا کے طور پر شامل کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی الگ الگ وجود ہیں تو ایک اَن گنت تعداد ہے جس کو آپ گننے پر قادر نہیں ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ نے یہ سارا وجود ایک وجود کی شکل میں ڈھالا ہوا ہے اور ہر ایک دوسرے سے تعاون کر رہا ہے۔ خون کا ہر ذرہ ایک دوسرے سے تعاون کر رہا ہے۔ دل پھیپڑوں سے تعاون کر رہا ہے، پھیپھڑے جگر سے تعاون کر رہے ہیں۔ جگر گردوں سے تعاون کر رہا ہے اور دماغ کا ایک ایک حصہ ہر دوسرے حصہ کے ساتھ تعاون کر رہا ہے۔ جب یہ تعاون اٹھتا ہے تو اس کا نام آپ بیماری رکھ دیتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں آگ پیدا ہوتی ہے۔ کسی جگہ بھی آپ اس تعاون کو ہٹا کر دیکھیئے کیسے خطرناک عذاب میں آپ مبتلا ہو جائیں گے۔ مثلاً دل کا پھیپھڑے سے یہ تعاون ہے کہ جتنا خون پھیپھڑے میں داخل ہو رہا ہے اتنا ہی خون دل کھینچ کر اوپر پھینک دے اور اگر یہ توازن بگڑے تو انسان کو خطرناک بیماری لاحق ہو جائے گی۔ مثلاً پھیپھڑے میں زیادہ خون داخل ہو رہا ہے اور دل تعاون چھوڑ دیتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ نہیں میں تھوڑا خون آگے بھیجوں گا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھیپھڑوں میں Conjestion شروع ہو جاتی ہے اس کو Progressive Heart Failure کہتے ہیں۔ اگر انسان کی مدد نہ کی جائے تو وہ اس قدر خوفناک عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ ایسی حالت میں آدمی کو جان دیتے ہوئے دیکھنا بھی عذاب ہوتا ہے۔ وہ سانس لینے کی کوشش کرتا ہے لیکن پھیپھڑے خون سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اس کو چین نہیں آتا۔ آکسیجن بھی دو تو آکسیجن اس کے اندر پہنچتی نہیں کیونکہ جن خلیوں نے خون چھیننے کے بعد ہوا لینی تھی اور آکسیجن استعمال کرنی تھی وہ بیکار ہو جاتے ہیں۔ انسان کا سارا نظام بگڑ جاتا ہے حالانکہ دو اعضا کا ایک دوسرے سے تعاون چھٹا ہے۔ گردے خون سے تعاون کرنا چھوڑ دیں اور جتنا پانی ان کو نکالنا چاہیے

اتنا نہ نکالیں تب بھی مصیبت اور اگر زیادہ نکالنا شروع کر دیں تب بھی مصیبت۔ جو زیادہ نکالنا شروع کر دیں تو کہتے ہیں جسم Dehydrate ہو گیا۔ بدن کے سارے نظام پر ایک مصیبت آجاتی ہے اور اگر کم نکالیں تو خون Hydroscopic ہو جاتا ہے۔ پانی سے بھر جاتا ہے دل پھول جاتا ہے جسم پھول جاتا ہے سارا نظام تباہ ہو جاتا ہے۔ انسانی جسم کا ایک ذرہ بھی ایسا نہیں جو دوسرے سے تعاون چھوڑ دے اور بدن کے سارے نظام کو تکلیف نہ پہنچے۔ اس کو وحدت کہتے ہیں اور وحدت تعاون سے قائم ہوتی ہے تعاون توڑیں گے آپ کو آگ دکھائی دے گی۔ بعض مریض واقعتہً یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہمیں آگ لگ گئی ہے، وہ کہتے ہیں ہم پر پانی ڈالو۔ چنانچہ شدید سردی کے موسم میں بھی وہ لوگ جن کو کینسر ہو جاتا ہے اگر برف کے پانی بھی ان پر گرائے جائیں تب بھی وہ چین محسوس نہیں کرتے۔ ہوتا کیا ہے جسم کے ایک حصے نے دوسرے سے تعاون چھوڑ دیا ہوتا ہے۔ مثلاً ہمارے اندر جتنی غذا جاتی ہے اس کے حصے مقرر ہیں کہ کتنا حصہ دانت میں جائے گا کتنا حصہ ٹوٹے ہوئے اعضا کے درست کرنے کے لئے استعمال ہوگا۔ کتنا خون کی Growth کے لئے استعمال ہوگا۔ اگر آپس میں تعاون اٹھ جائے اور کوئی ہڈی کہے کہ ساری خوراک میں نے ہی کھا جانی ہے تو وہ ہڈی بڑھنی شروع ہو جاتی ہے۔ پھر ڈاکٹر جو مرضی کریں اس کو کنٹرول نہیں کر سکتے اسی کا نام ہڈی کا کینسر ہے۔ اگر خون کے ذرے زیادہ کھانے لگ جائیں تو اپنی طاقت سے زیادہ کھانے لگ جاتے ہیں۔ وہ کچا خون بنا بنا کر پھینک رہا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں ہم تم سے تعاون نہیں کریں گے۔ ہمارا داؤ زیادہ لگ گیا ہے ہم کھاتے جائیں گے اور اس سے خون میں ایسی شدید گرمی پیدا ہو جاتی ہے کہ جو سارے جسم کو آگ لگا دیتی ہے۔

پس توحید کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آسمان پر خدا کی ایک وحدت موجود ہے اور آپ نے اس کو مان لیا اور چھٹی ہوگئی۔ یہ بیوقوفوں والا تصور ہے۔ یہ کسی اور مذہب میں ہو تو ہو اسلام میں نہیں ہے۔ اسلام تو بڑی تفصیل سے مثالیں دے دے کر بیان کرتا ہے کہ توحید کیا چیز ہے۔ انسان کی ساری کائنات کی طرف توجہ دلاتا ہے انسان کی موت اور زندگی کے نظام کی طرف توجہ دلاتا ہے پھر جسم کی طرف اشارہ کر کے بتاتا ہے کہ اس قسم کی توحید چاہئے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی توحید اس کو کہتے ہیں کہ ایک پاؤں کو بھی ذرا سا کانٹا چبھے تو سارا جسم بے چین ہو جائے اور بدن کے کسی حصے کو راحت ملے سارا جسم راحت محسوس کرتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تراحم المومنین

وتعاطفھم) جن سوسائٹیوں کو کینسر ہو جاتے ہیں، جن سوسائٹیوں میں شرک داخل ہو جاتا ہے وہاں بالکل الٹ نظارہ آپ کو نظر آتا ہے۔ کسی کو سکھ پہنچے تو لوگوں کو تکلیف ہونے لگ جاتی ہے۔ آگ لگ رہی ہوتی ہے کہ اچھا اس کو کیوں زیادہ دولت مل گئی ہے، اس کو کیوں زیادہ چین مل گیا ہے اور اس میں کیڑے ڈالے جاتے ہیں، کسی کو دکھ پہنچے تو بہت خوش ہو رہے ہوتے ہیں کہ بڑا مزہ آیا۔ ویسے کہتے تو یہی ہیں کہ ہمیں بہت ہمدردی ہے تمہارا فلاں رشتہ دار مر گیا ہے، تمہاری موٹر کو آگ لگ گئی یا تمہارے مکان کو کسی نے تباہ کر دیا اور چسکے لے رہے ہوتے ہیں کہ ہمیں بھی اس کو سنانے کا موقع ملا ہے۔ یہ ہے بگڑی ہوئی سوسائٹی کی شکل جس میں وحدت نہیں ہوتی۔

پس آنحضرت ﷺ نے مثالیں دے دے کر اس مسئلہ کو تفصیل سے سمجھایا ہے اور ان خطرات کی طرف توجہ دلائی ہے جو وحدت کو توڑتے ہیں۔ ان میں ایک غیبت ہے یعنی ایک دوسرے کی چغلی کھانا۔ یہ عجیب خوفناک بیماری ہے۔ ایک مجلس لگی ہوگی عورتیں سہیلیوں کی طرح بیٹھی ہوں گی ایک دوسرے سے بڑی محبت کا اظہار کر رہی ہوں گی اور ساتھ ہی جو بہنیں وہاں موجود نہیں ہوں گی ان کے متعلق برائیاں بھی کر رہی ہوں گی اور ساری سوسائٹی یہ سمجھ رہی ہوگی کہ ہم سب تو دوست ہیں لیکن وہ بڑی گندی عورت ہے جو باہر ہے، وہ یوں کرتی ہے اور وہ یوں کرتی ہے۔ اور ایک عورت اٹھ کر باہر جائے تو سب آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہنسیں گی اور کہیں گی یہ بھی ایسی ہے بلکہ اس سے بھی گندی ہے اور دیکھو کیسی باتیں کر رہی تھی حالانکہ یہ خود بڑی خطرناک ہے۔ تیسری اٹھ کر واپس چلی جائے تو اس کے خلاف باتیں ہونے لگتی ہیں اور وہ تین جو باہر نکلیں گیں ایک دوسرے کے خلاف جا کر باتیں کریں گی کہ شکر ہے ہم وہاں سے نکل آئے وہ تو بڑی گندی سوسائٹی تھی۔ دوسروں کے خلاف بڑی بڑی باتیں کرنے والیں تھیں اپنا حال دیکھو، اپنی بہو کا حال دیکھو، اپنی بیٹی کا حال دیکھو۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس کو بڑی اہمیت دی ہے حالانکہ بظاہر سب سے معمولی برائی نظر آتی ہے۔ منہ سے بات کی ہے کسی کو چپیڑ نہیں ماری۔ لیکن قرآن کریم کے نزدیک یہ بہت خطرناک بیماری ہے۔ یہ توحید کو کھا جانے والی بیماری ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ۔ (الحجرات: ۱۳) اب آپ اس مثال پر غور کریں تو انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ جتنا اس پر غور کرتے ہیں اتنی ہی زیادہ طبعیت اس پر عش عش کر اٹھتی ہے کہ خدا تعالیٰ کا

کلام ہے اس میں اس سے بہتر مثال نہیں دی جاسکتی تھی۔ مردہ بھائی اپنے آپ کو Defend نہیں کرسکتا۔ مردہ بھائی کی مثال ویسے ہی ہے جیسے کوئی شخص آپ کے پاس سے اٹھ کر باہر چلا جائے۔ پھر اس کے خلاف جو مرضی باتیں کریں اس کی کیا طاقت ہے کہ وہ اپنے آپ کو Defend کرے لیکن یہ اتنی ہی مکروہ بات ہے جیسے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے اور کسی مردار کا گوشت کھانا ویسے ہی آپ کو بہت عجیب لگتا ہے اور پھر آپ کا اپنا بھائی !!! تو فرمایا خدا کی نظر میں جو تمہارا بھائی ہے اس کی غیبت کرتے ہو تو یہ ایسے ہی ہے جیسے تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتے ہو۔ جہنم کیا چیز ہے؟ وہ انہی باتوں کا تصویری نمونہ ہے جو مرنے کے بعد ملے گا۔ وہاں جو عجیب و غریب خوفناک نقشے دکھائے گئے ہیں وہ اسی دنیا کی حرکتوں کی دراصل تصویریں ہیں۔ یہ تصویریں ہمیں بعض دوسرے جانوروں میں بھی نظر آتی ہیں اور مرنے کے بعد ان میں ہی سے ہم خود بھی گزر سکتے ہیں اگر ہم ان حرکتوں سے باز نہ آئے۔ مگر قرآن کریم نے بتادیا ہے کہ چغل خوروں کی یہ جہنم ہوگی۔ مرنے کے بعد وہ ایسے عذاب میں مبتلا ہوں گے گویا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہوں گے اور کھاتے چلے جائیں گے۔ اس وقت انہیں پتہ لگے گا کہ وہ کیا حرکتیں کرتے تھے چنانچہ اس مثال پر آپ مزید غور کر کے دیکھیں تو پھر مزید باتیں آپ کو سمجھ آئیں گی۔

یہ جو مردار خور جانور ہیں یہی گوشت کھاتے ہیں مثلاً چیلیں ہیں، گدھیں ہیں اور دوسرے اس قسم کے جانور جو مردوں کا گوشت کھانے پر خاص طور پر مقرر ہیں۔ وہ دوسروں کا بھی گوشت کھاتے ہیں اپنوں کو بھی کھاتے ہیں۔ ان کے حالات پر آپ غور کریں تو وہ ساری دنیا سے کٹ کر الگ ہو چکے ہوتے ہیں۔ عملاً ساری دنیا کی زندگی نے ان سے بائیکاٹ کیا ہوا ہے۔ وہ نہ باغ میں چہچہاتے ہوئے نظر آئیں گے، نہ جنگلوں کی زینت بنیں گے دوسرے جانوروں کی طرح، کسی نہ کسی چوٹی کے اوپر جا کر اکیلے زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں، صرف اس وقت اکھٹے ہوتے ہیں جب مردار ہاتھ آجائے ورنہ اکھٹے ہو ہی نہیں سکتے۔ سارے گِدھوں اور سارے مردار خور جانوروں کی نہ آواز میں کوئی رونق ہے نہ ان کی شکل میں کوئی زینت ہے نہایت منحوس قسم کی چیزیں ہیں اور تنہائی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

پس حضرت رسول کریم ﷺ نے جب قرآنی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے غیبت سے ڈرایا ہے تو یہی بتایا ہے کہ اس طرح تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ غیبت کرنے والے بالآخر قرآن کی اس آیت

کی روشنی میں تنہا ہوتے چلے جاتے ہیں اور صرف اس وقت تک اکٹھے ہوتے ہیں جب کسی کی برائی کرتے ہیں ورنہ ہر ایسی عورت جو غیبت میں مبتلا ہے وہ عملاً اپنی سوسائٹی سے کٹ کر الگ ہوتی چلی جاتی ہے اس کی نہ کوئی عزت باقی رہتی ہے اور نہ وقار باقی رہتا ہے، نہ اس کی بات میں کوئی حسن رہتا ہے کیونکہ وہ کسی کی برائی بیان کرنے کے سوا اور کچھ جانتی ہی نہیں۔ یہی حال ان مردوں کا ہے۔عورتوں سے غیبت شروع ہوتی ہے پھر مردوں میں داخل ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ وہ گھروں میں بیٹھ کر باتیں سنتے ہیں اور لذت پاتے ہیں اور پھر گھروں میں دوسرے مردوں کے خلاف آہستہ آہستہ نفرتیں پیدا ہو رہی ہوتی ہیں۔

پس یہ ایک بہت ہی خطرناک بیماری ہے۔آنحضرت ﷺ نے اس بیماری کی روک تھام کے طریق بھی بتائے ہیں۔فرمایا ایک تو غیبت ہو رہی ہوتی ہے پھر اگلا قدم اٹھتا ہے جو اس سے بھی زیادہ خطرناک بن جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک نے دوسرے کی برائی کی اور جس کی برائی ہوئی تھی اس کو جا کر بتا دیا کہ دیکھو تمہارے متعلق یہ باتیں ہو رہی تھیں۔یعنی وہ جو ابھی تک فرضی قصہ تھا وہ اب حقیقت بن گیا کہ میرے خلاف کسی نے نقصان پہنچانے کے لئے بات کی ہے اور مجھے پتہ ہی نہیں ہے میں آرام سے بیٹھا ہوا ہوں لیکن دوسرے کا تیر اٹھا کر اس نے میرے سینے میں گھونپ دیا ہے۔ پھر غیبت کا اگلا قدم یہ ہے کہ ایک صاحب اٹھے اور اس کے خلاف بھی غیبت کرنے لگ گئے جس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔غیبت کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی کی غیر حاضری میں اس کو نقصان پہنچانا، اس کے خلاف باتیں کرنا۔ دوسرے شخص کے پاس پہنچے اور کہا جناب آپ تو اس شخص کو بڑا اچھا سمجھتے ہیں وہ بڑا ذلیل آدمی ہے، آج وہ آپ کے خلاف باتیں کر رہا تھا اور یہ نہیں بتاتے کہ میں بھی ان باتوں میں شامل تھا۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے اس کا بہت پیارا نقشہ کھینچا ہے۔آپؐ نے فرمایا اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی کی طرف تیر پھینکے، تیر کمان سے چلائے وہ اسے نہ لگے۔ اس کے قدموں میں جا کر بیکار ہو کر گر جائے تو ایک دوسرا شخص کہے اس نے چلایا تو اس کی طرف تھا وہ وہاں سے اٹھائے اور اس کے سینے میں مار دے یہ کہتے ہوئے کہ تیر کو نشانے پر پہنچنا چاہئے۔تو وہ غیبت ایسے تیر کی طرح ہوتی ہے جو لگتا نہیں کیونکہ جو چیز نشانے پر نہیں لگے گی وہ دکھ بھی نہیں پہنچائے گی اور برائی بھی پیدا نہیں کر سکے گی۔غیبت کرنے والا صرف اپنے آپ کا نقصان کر رہا ہوتا ہے لیکن جو بات پہنچا دیتا ہے وہ اس کا بھی نقصان کرتا ہے جس کے خلاف غیبت کی گئی تھی اس کو تکلیف پہنچاتا ہے اور خود اس کا قاتل بن جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے قرآنی امور کی جو تفصیل بیان فرمائی ہے اسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اس کو کہتے ہیں رسول ایسا کامل رسول کہ پوری وضاحت کے ساتھ معاشرہ کی خرابیاں بتائیں ان کے بہتر ہونے کے طریق سمجھائے۔ ہر خطرے سے آگاہ کیا اس کے باوجود اگر کوئی سوسائٹی یہ سمجھے کہ یہ معمولی سی بات ہے اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا تو یہ اس کی بڑی بے وقوفی ہوگی۔ دوسری کوئی بڑائی بھی آپ کے اندر نہ ہو صرف ایک غیبت آپ کی نیکیوں کو کھا جائے گی اور یہ عادت کہ ایک جگہ سے بری بات سنیں اور دوسروں تک پہنچا دیں یہ آپ کو تباہ کر دے گی۔ اسلام ایک ایسا سائنٹیفک سسٹم ہے کہ اس میں Valve لگائے گئے ہیں۔ جو لوگ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے نظام سے واقف ہیں یا سائنس کی ماڈرن ٹیکنالوجی سے واقف ہیں ان کو پتہ ہے کہ وہاں Valve سسٹم ہوتے ہیں۔ وہ Valves بعض چیزوں کو Cull کرتے ہیں اور بعض چیزوں کو زیادہ طاقت کے ساتھ آگے پہنچاتے ہیں اس کی طاقت کو پہلے سے بھی بڑھا دیتے ہیں۔ اسلام نے اسی طرح سائنسی طور پر ہماری کمزوریوں کو کاٹنے کی کوشش کی ہے اور ہماری خوبیوں کو ابھارنے کی کوشش کی ہے فرمایا اگر کوئی شخص کسی کی برائی کرتا ہے تو تم نے آگے بیان نہیں کرنی وہیں روک دینی ہے تم اس کے رستے میں Valve بن جاؤ اور اگر کوئی اچھی بات سنتے ہو تو ضرور آگے پہنچاؤ اس کو اپنے تک روکنا نہیں کیونکہ وہ تمہارے پاس دوسرے کی امانت ہے چونکہ آنحضرت ﷺ نے یہ جو فرمایا میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اس کے متعلق یاد رکھو **فلیبلغ الشاھد الغائب** کہ جو حاضر ہے اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے اس بھائی تک اس بات کو پہنچائے جو مجلس میں حاضر نہیں تھا۔ (صحیح بخاری کتاب الحج باب لایعضد الشجر الحرم) اگر آپ کو اسلام کی کوئی اور دلیل نہ بھی معلوم ہو، آپ کو اس نظام کی یہ سمجھ آجائے تو دنیا کے سارے مذاہب کو چیلنج دے سکتے ہیں کہ تم اپنے مذہب سے ایسا نظام نکال کر دکھاؤ۔ اتنا Perfect ہے اتنا مکمل اور ایک دوسرے کے ساتھ اتنا منضبط ہے کہ ایک توحید آسمان پر ہے، ایک کائنات میں ہے، ایک مومن کے وجود میں ہے اور پھر اس توحید کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہے اس لئے آپ لوگ اگر سچے احمدی بننا چاہتے ہیں تو موحد بنیں تب آپ سچے احمدی بنیں گے۔

میں نے یہ یہاں آکر یہ بات محسوس کی ہے کہ باوجود اس کے کہ فجی کی جماعت بہت چھوٹی ہے یہاں ایک دوسرے کے خلاف نفرتیں پائی جاتی ہیں۔ میں نے یہ بھی محسوس کیا ہے کہ یہ کمزوری

عورتوں میں زیادہ پائی جاتی ہیں وہ اپنی بہنوں کی غیبت کرتی ہیں اوران کی برائیاں بیان کرتی ہیں۔اب ہم جو باہر سے آئے ہیں کیا ضرورت تھی ہمیں یہ بتانے کی کہ فلاں عورت میں یہ نقص ہے یا فلاں بھائی میں یہ نقص ہے پردہ پوشی کرنی چاہیئے تھی چنانچہ اس کے آگے اسلام پردہ پوشی کا مضمون شروع کر دیتا ہے۔آنحضرت ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ اگرتم دوسری باتوں سے باز نہیں آتے تو کم از کم ایک بات یاد رکھو کہ تمہارے اندر بھی نقص ہیں۔اگرتم اپنے بھائی کی پردہ پوشی نہیں کرو گے تو تمہارا خدا تمہاری پردہ پوشی نہیں کرے گا وہ بھی تو تمہارے عیوب ڈھانکے ہوئے ہے۔(ابوداؤد کتاب الادب باب فی الغیبۃ)اگر خدا بھی یہی کام شروع کرے جوگندی سوسائٹی کے لوگ کرتے ہیں کہ کسی کی برائی دیکھی اور آگے اس کا اشتہار دے دیا،کسی سے بری بات سنی تو آگے چلا دی تو اللہ تعالیٰ کی تو آپ کے سب عیبوں پر نظر ہے آپ رات کی تاریکی میں چھپ کر چھوٹے سے چھوٹا گناہ کریں،اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے۔کسی کے متعلق دل میں میل آجائے خدا اس کو بھی جان رہا ہوتا ہے اوراگر خدا آپ سے بھی وہی سلوک شروع کر دے تو آپ کے دل میں کسی کی برائی آئے اور خدا تعالیٰ یہ بتا دے کہ دیکھو تمہارے متعلق یہ سوچتا ہے آپ کو خدا نے کتنے پردوں میں رکھا ہوا ہے۔آپ کی سوچ آپ کی چیز ہے آپ جو مرضی سوچ جائیں، یہ ہے ستاری خدا تعالیٰ کی دوسرے کو پتا نہیں لگتا۔دیواریں آپ کو راستہ روک لیتی ہیں، کپڑے آپ کی برائیاں روک لیتے ہیں،آپ کے بدن کے عیب چھپا لیتے ہیں۔خدا اتنا ستار ہو اوراپنی مخلوق سے رحم کرنے والا اور ہر برائی پر پردہ ڈالنے کے اس نے انتظام کئے ہوں اور وہ کہے کہ میری مخلوق سے یہ سلوک کرو جو میں نے تم سے کیا ہے اورآپ وہ نہ کریں آپ اس کے پردے پھاڑنے پر لگ جائیں اوردوسروں کی برائیاں تلاش کرنے پر لگ جائیں اس کی برائیوں کے اشتہار دینے پر لگ جائیں تو بتایئے کہ پھر آپ کا کیا حق ہے کہ ستار خدا کی رحمت کے تابع رہیں۔اللہ تعالیٰ پھر ایسی قوموں سے رحمت چھین لیا کرتا ہے۔وہ خود پردے پھاڑ کر انتظام کر دیا کرتا ہے۔وہ پھران کی برائیاں ظاہر کرنی شروع کر دیتا ہے۔

پس اسلامی نظام کو سمجھیں اوراس بات کو خوب سمجھ لیجئے کہ آپ جب تک مؤحد نہیں بنیں گے اوراس دنیا میں بھی ایک مؤحد سوسائٹی کو پیدا نہیں کرتے اس وقت تک فرضی توحید کوئی چیز نہیں۔توحید وہ ہے جو عمل کی دنیا میں نظر آرہی ہو اور خدا نے آپ کو اس کے نمونے دے دیئے ہیں۔اس کے بعد بھی اگر

آپ اپنی سوسائٹی کو مؤحد سوسائٹی نہیں بناتے اور ایک بدن کی طرح یکجان نہیں بن جاتے اور ہر احمدی کا دکھ سب کا دکھ نہیں بن جاتا، ہر احمدی کی خوشی سب کی خوشی نہیں بن جاتی اس وقت تک معاشرہ مجموعی طور پر ترقی نہیں کر سکتا اس لئے کوئی ایسا فعل نہ کریں جو اس توحید کو توڑنے والا اور اس یگانگت کی روح کو پارہ پارہ کرنے والا ہو۔ جب آپ اپنے اندر یہ خوبیاں پیدا کر لیں گے تو پھر آپ مؤحد بن جائیں گے۔ جو قوم مؤحد بن جاتی ہے اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بے شمار برکتیں نصیب ہوتی ہیں اور دنیا میں عظیم الشان ترقی کرتی ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اس کو آگے بڑھنے سے روک نہیں سکتی۔

پس جتنے آپ تھوڑے ہیں، جتنے آپ کمزور ہیں، اتنے ہی زیادہ توحید کے ساتھ چمٹنے کی ضرورت ہے۔ آپ کی ساری طاقت کا راز یہ ہے کہ آپ ایک دوسرے کے ساتھ یکجان ہو جائیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے جو توحید قائم فرمائی اس کا نقشہ قرآن کریم نے یہ بیان فرمایا

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

(الفتح: ۳۰) کہ دیکھو محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے ماننے والوں کی کیا کایا پلٹی ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے ان کو کیسا تبدیل کر دیا۔ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ یہ آپس میں بے حد محبت کرنے والے ہیں اور جتنی آپس میں محبت کرتے ہیں اتنی ہی غیروں کے مقابلہ میں سختی اختیار کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ ترقی کرنے کا راز ہے اس کے اندر حکمت کا ایک گہرا اور انمول موتی پوشیدہ ہے۔ ہمیشہ وہ قومیں غیروں پر سخت ہوتی ہیں جو اندرونی طور پر ایک دوسرے سے محبت کیا کرتی ہیں۔ ان میں غیر راہ نہیں پا سکتا، ان کو کمزور نہیں کر سکتا، ان کے اندر کسی قسم کا رخنہ نہیں ڈال سکتا۔ جو قومیں آپس میں ایک دوسرے میں رخنہ ڈالتی پھرتی ہیں وہ غیروں کی خوراک بن جایا کرتی ہیں۔ غیر ان میں داخل ہو جاتے ہیں۔

پس اگر آپ اپنوں کے لئے نرم ہیں تو لازماً غیروں کے لئے سخت ہو جائیں گے۔ اگر اپنوں کے لئے سخت ہیں تو لازماً غیروں کے لئے نرم ہو جائیں گے۔ وہاں آپ کی محبتیں پھیل جائیں گی اور کسی قوم کو تباہ کرنا ہو تو اس سے زیادہ خطرناک زہر اور کوئی نہیں ہے۔ جو اس کے اندر داخل کر دیا جائے۔ پس آپ یاد رکھیں کہ بڑی محنت اور کوشش کے ساتھ احمدیت کی حفاظت کریں۔ تیرہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پھر آنحضرت ﷺ کا سچا نائب عطا فرمایا ہے اور دین کو زندہ کرنے

کا انتظام کیا ہے۔ اور اب آپ سارے مل کر ان کے روحانی وارث ہیں۔ آپ ہی ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی نمائندگی کرنی ہے، اس لئے ان چھوٹی چھوٹی برائیوں سے صرفِ نظر نہ کریں۔ یہ حقیقت میں بہت بڑی ہیں اور وحدت کی قدر کریں۔ ہر وہ بات کریں جس سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے، ہر اس بات سے نفرت کریں جس سے آپس میں نفرت پیدا ہوتی ہو اور جو پہلے ہو چکا اس کو ختم سمجھیں اور آئندہ کے لئے اگر آپ کی موجودگی میں کوئی بات ہو جس سے نفرت پیدا ہوتی ہو تو اس کو روکیں یا وہاں سے اٹھ کر چلے جائیں جو لوگ نفرت پیدا کرتے ہیں ان سے تعلق توڑ لیں۔ صرف وہی وجود ہیں جو تعلق توڑنے کے لائق ہیں باقی کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سچا احمدی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا:

یہ میرا اس سفر کا پہلا اور آخری جمعہ ہے جو فجی میں آیا ہے۔ اس کے بعد ہم انشاء اللہ تعالیٰ پرسوں آسٹریلیا کے سفر کے لئے روانہ ہوں گے۔ احبابِ جماعت خاص طور پر دعا کریں اور کثرت کے ساتھ دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بقیہ سفر کو بھی بہت بہت مبارک کرے اور جو سفر آپ کے ساتھ گزر گیا ہے اللہ کے فضل سے اس کے جو بھی نیک اثرات ظاہر ہوئے ہیں ان کو ہمیشگی عطا کرے، وہ جاری رہیں، میرے جانے کے ساتھ مٹ نہ جائیں اور جو نیکیاں آپ قبول نہیں کر سکے۔ خدا کرے بعد میں ان کا بیج پرورش پائے اور وہ پھوٹ پڑے اور کوئی ایسی بات نہ رہے جس سے آپ فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ اس کے لئے بہت دعا کی ضرورت ہے۔ جب آپ دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو بہت زیادہ برکتیں عطا فرمائے گا۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۵ ستمبر ۱۹۸۳ء)